

قرون وسطیٰ میں اسلامی ہند کا نظام تعلیم

ڈاکٹر اظہار احمد

مسلمانوں نے نصف صدی کے اندر تقریباً آدھی دنیا کو زیرِ نگین کر لیا۔ فتوحات کی سرگرمیوں اور دیگر دشواریوں کے باوجود علمی محرکات سے سرشار مسلمانوں نے علمی ترقی میں کوتاہی نہیں کی۔ مکہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا مکان اور مدینہ میں اصحاب صفہ کا جو تہ عہد نبویؐ کی ابتدائی درسگاہیں تھیں۔ خلفائے راشدین کے زمانے میں کوفہ اور بصرہ اپنی علمی مرکزوں کے لئے مشہور تھے، جہاں قرآن، حدیث، فقہ، نحو، ادب، بلاغت اور عربی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کے بعد شام و فلسطین، مصر، خراسان، اسپین، سسلی، ایران، افغانستان اور ہندوستان میں بے شمار شہر اور قصبے علم دین کے مرکز بن گئے۔ قرون وسطیٰ میں ہندوستان کے اندر مختلف جگہوں پر ہزاروں کی تعداد میں دارالعلوم، مدارس اور مکتب قائم ہوئے جن میں سے کچھ مشہور جگہیں یہ تھیں: آگرہ، دہلی، اجیر، ٹھٹھہ، جونپور، جلال آباد، سرہند، سہالی، قونج، کلیر، امیٹھ، بدایوں، بریلی، بنجنور، بلگرام، بھوپال، پانی پت، بنارس، اعظم گڑھ، بٹنہ، متھاسر، حیدر آباد، رامپور، سمورت، شاہجہان پور، خیر آباد، لکھنؤ اور کلکتہ وغیرہ۔

جب مسلمان ہندوستان آئے اور یہاں اپنی سلطنت قائم کی تو انہوں نے اس ملک کو اپنے طریقہ تعلیم سے روشناس کرایا۔ الغزالی اور نظام الملک جیسے ماہرین تعلیم اور بلند مرتبہ معلمین کا طریقہ تعلیم یعنی ”مدرسہ سٹم“ یہاں رائج ہوا۔ یہاں کے مخصوص حالات کے پیش نظر یقیناً کچھ تبدیلیاں کی گئیں، لیکن بنیادی ڈھانچہ تقریباً وہی رہا۔

مسلم ہندوستان میں تعلیم کے ارتقاء کی تاریخ دور غلامان سے شروع ہوتی ہے۔ اس دور میں سینکڑوں مسجدیں تعلیمی مرکزوں کا مرکز نظر آتی ہیں۔ جس طرح عہد وسطیٰ کے یورپ میں چرچ مذہبی اور دنیوی تعلیم کا مرکز تھا۔ اس دور کا سب سے اہم فرد جس نے تعلیم کی طرف توجہ کی سلطان ناصر الدین تھا جس نے دہلی میں مدرسہ ناصریتہ قائم کیا تھا۔

تعلیم کو آگے بڑھانے میں غلطی خاندان نے بھی کم کام نہیں کیا۔ لیکن حقیقت میں یہ فیروز شاہ تغلق تھا جس نے تعلیم میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا۔ اسے علم سے اتنی محبت تھی کہ اس نے اپنے دور میں تقریباً تیس نئی درسگاہیں قائم کیں۔ قدیم مدارس جن کو اس نے دوبارہ شروع کر لیا اس کے علاوہ ہیں۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ ایک بڑے مدرسے کا قیام تھا جو اسی کے نام سے موسوم تھا اور جہاں روایتی تعلیم کا مکمل انتظام تھا۔ یہ مدرسہ ایک شاندار عمارت میں قائم کیا گیا تھا۔ اس میں ایک عظیم الشان مسجد بھی تھی۔ ان مدارس کی خصوصیت یہ تھی کہ ان میں وقت کے بڑے بڑے علماء درس دیتے تھے جن کی تحفہ ایس سرکاری خزانہ سے ادا کی جاتی تھیں۔

فیروز شاہ تغلق کے بعد سکندر لودھی کو اس بات کا شوق ہوا کہ تعلیم عام کی جائے۔ اسے تعلیم سے غیر معمولی لچری تھی۔ سکندر لودھی ہی وہ پہلا حکمران تھا جسے انتظامی ضروریات کے لئے غیر مذہبی تعلیم کا خیال پیدا ہوا۔ فرشتہ رقمطراز ہے کہ ”ہندو جنہوں نے بھی فارسی تعلیم کی طرف توجہ نہیں کی تھی اس کے عہد میں عام طور سے اسلامی ادب کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔“ (۳۱) اس کے علاوہ لودھی ہی کے عہد میں محقق طوسی کے بنائے ہوئے روایتی نصاب تعلیم میں شیخ عزیز اللہ اور شیخ عبداللہ نے قابل قدر اضافے کئے۔ ماضی عہد کی تصانیف مطالع اور مواقف اور سکا کی مفتاح العلوم کو نصاب میں داخل کیا گیا۔ علم منطق کو ہندوستان میں انہی حضرات نے فروغ دیا۔“ (۳۲)

اس کے بعد مغلی دور حکومت میں قدم رکھیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور میں مسلم تہذیب و تمدن عروج پر ہے۔ مغل کلچر صرف کدھٹ کلچر کا چرہ تھا۔ حکمرانوں نے بالعموم اسلام کے جمہوری مزاج کو اہمیت نہیں دی۔ ان کا خیال تھا کہ مسلم اتحاد کی ضرورت صرف اسی وقت پیش آتی ہے جب ہندوؤں کا مقابلہ کرنا ہو۔ اسی لئے اکبر کے علاوہ کسی بھی مغل حکمران نے عوام کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ تعلیم صرف امراء کے چند خاندانوں تک ہی محدود رہتی تھی۔ اعلیٰ تعلیم پر ریاست کا کنٹرول تھا لیکن ابتدائی تعلیم کا انتظام تمام تر نجی ہاتھوں میں تھا۔ ہمایوں کیر نے اپنی کتاب میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ”دلچسپ بات یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے مدارس تو ریاست خود چلاتی تھی لیکن ابتدائی تعلیم کا بندوبست پرائیویٹ کنٹرول میں تھا۔ موجودہ دور میں ریاست کا یہ فرض سمجھا جاتا ہے کہ ابتدائی تعلیم کی ذمہ داری قبول کرے۔ بلکہ کچھ مالک تو شاہی اور اعلیٰ تعلیم کی ذمہ داری بھی ریاست ہی کے سر ڈالتے ہیں۔ لیکن دور وسطیٰ میں نہ صرف ہندوستان بلکہ دوسرے ممالک کی بھی یہی کیفیت تھی کہ ریاست صرف اعلیٰ تعلیم کے کچھ مدارس ہی کی سرپرستی کرتی تھی۔“ (۳۳)

ابتدائی تعلیم کو نظر انداز کرنے کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ امر اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ان کے بچے مسجدوں میں جا کر تعلیم حاصل کریں۔ وہ یا تو خود بچوں کو تعلیم دیتے تھے یا گھر پر نجی طور سے اس کا انتظام کرتے تھے۔ تعلیم یافتہ افراد اپنے بچوں کی تعلیم کا انتظام گھر ہی پر کرتے تھے شیخ مبارک کی ذات دلچسپی اور تعلیمی سرپرستی ہی نے ابو الفضل کو بلند مقام پر فائز کیا۔^(۱۵)

بابر سے لے کر اورنگ زیب تک سبھی حکمران تعلیم یافتہ تھے۔ اکبر خود تعلیم یافتہ نہ تھا لیکن اس نے بھی اس دور کی مغل روح کو جاری و ساری رکھا۔ اکبر کا نقطہ نظر مذاہب کا اتحاد تھا۔ وہ ہندوستانی سماج کو سیکڑھاپے میں تبدیل کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان حکمرانوں میں اکبر پہلا حکمران تھا جس نے ہندو اور مسلمان دونوں کی تعلیم کی طرف یکساں توجہ دی۔ اس کے زمانے میں پہلی مرتبہ ہندو اور مسلمان طلبہ کو ایک ساتھ پڑھتے ہوئے دیکھا گیا۔ اکبر بچوں کی تعلیم میں بے حد دلچسپی لیتا تھا۔ اس نے ابتدائی تعلیم کے لئے بہت سی ہدایات جاری کیں۔ ان ہدایات نے پورے نظام کو متاثر کیا۔ اکبر کے تعلیمی ڈھانچے میں دس ذیل نکات لائق توجہ ہیں۔ ان سے تعلیم کے بارے میں اکبر کے رجحانات کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۔ سب سے زیادہ اہمیت زبان کے حروف کو دی گئی۔ ہر بچہ کے لئے زبان سیکھنا ضروری تھا۔ اس لئے دو دن حروف کو سیکھنے سمجھنے کے لئے ضرور پڑھے۔

۲۔ ان حروف کو سیکھنے کے بعد ان کا لانا اگلا قدم تھا۔ اس کے لئے ایک ہفتہ رکھا گیا۔

۳۔ شرو نظم دونوں کے لئے یہ ضروری تھا کہ بچے اسے زبانی یاد کریں۔

۴۔ معلموں کو ہدایات جاری کی گئیں کہ وہ طلبہ کے روزانہ کام کا جائزہ لیں اور ان کے کام سے ان کے معیار کو جانچا جائے۔

۵۔ ہر طالب علم کے لئے ضروری تھا کہ وہ ہندسہ، ریاضی، علم نجوم، منطق، علم معاشیات، علم تمدن، علم طب اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کرے۔

۶۔ اعلیٰ تعلیم کو تین حصوں میں منقسم کر دیا گیا۔

(۱) الہی (دینیات) (۲) ریاضی (حساب) (۳) طبعی (سائنس)۔

۷۔ سنسکرت تعلیم کے لئے ویاکرن (صرف و نحو) ویدانت (فلسفہ) تین جلی رنگ کا احاطہ ضروری تھا۔^(۱۶)

عہد کبریٰ میں روایتی تعلیم کے نصاب میں عقد الملک فتح اللہ شیرازی نے نصاب میں کچھ اضافے کئے اور انہیں بعد خوشی قبول کیا گیا۔ مولانا غلام آزاد فتح اللہ شیرازی کے بارے میں فرماتے ہیں، "تصانیف علماء متأخرین ولایت ایران وخراسان وغیرہ خصل محقق دوانی و میر صدر الدین و میر غیاث منصور و مرزا جان میر فتح اللہ شیرازی" در ہندوستان آورد۔"

ترجمہ۔ ایران و خراسان وغیرہ کے متأخرین علماء کی تصانیف ہندوستان لائے جیسے محقق دوانی، میر صدر الدین، میر غیاث منصور، مرزا جان میر فتح اللہ شیرازی کی کتابیں۔

جہانگیر اور شاہ جہان کے زمانہ میں تعلیم کا یہی سلسلہ جاری رہا۔ اس دور میں بھی ابتدائی تعلیم نجی افراد کے سپرد رہی اور کہیں ریاست کی ذمہ داری کا اس میں نہیں ہوتا۔

اورنگ زیب دینی تعلیم کا بہت دلدادہ تھا۔ اس کا مطالعہ بھی وسیع تھا۔ اس لئے اس نے فطری طور پر اس نظام تعلیم میں غیر معمولی دلچسپی لی۔ مدارس میں طلبہ کی تعداد بڑھانے اور ان میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اس نے گجرات کے دیوان محکمیت خان کو خاص طور سے یہ ہدایات جاری کیں۔

۱۔ جو طلبہ عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتاب میزان کا مطالعہ کریں انہیں ایک آنہ یومیہ دیا جائے۔

۲۔ جو منشعب کا مطالعہ کریں ان کو ۲ آنہ یومیہ دیا جائے۔

۳۔ جو لوگ کشف کی تعلیم حاصل کریں انہیں دو آنہ یومیہ دیا جائے۔

۴۔ وہ طالب علم جو شریعت اور فقہ کی کتابوں کی تعلیم حاصل کریں جیسے کہ شرح وقایہ انہیں آٹھ آنہ یومیہ دیا جائے۔^(۸۶)

اس نظام کو پسند کرنے کے باوجود اورنگ زیب اس کے طریقہ تعلیم کے خلاف تھا۔ وہ اس کے نصاب اور طریقہ تدریس دونوں سے اختلاف رکھتا تھا۔ بریٹرن نے اپنی کتاب میں اورنگ زیب کی اسی مخالفت کا بہت تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اس نے صاف طور سے یہ واضح کیا کہ ایک طالب علم کے لئے عملی دنیا کی تعلیم ضروری ہے۔ قویوں کے عروج و زوال کی داستانیں ان کی شکست و فتح کے اسباب، ان کا انتظام سلطنت، ان کی پالیسی اور اس کا رد عمل، یہ سب کچھ طالب علموں کو جاننا چاہیے، تاکہ وہ ان کی روشنی میں آئندہ کا لائحہ عمل تیار کر سکیں۔

اورنگ زیب نے خود اپنی تعلیم پر کڑی نکتہ چینی کی ہے اور ان معلموں کے طریقہ تدریس پر غیظ و غضب کا

اظہار کیا ہے جو ہزاروں کو عملی تعلیم کے بجائے چند کتابی الفاظ سے روشناس کراتے ہیں۔ اپنے استاد ملامت سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ طفلی ہی وہ زیادہ ہے جب بچوں کو بہترین ہدایات دی جاسکتی ہیں اور انہیں شاندار کارنامے انجام دینے کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔ کیا صرف عربی زبان کی لیاقت کے ذریعہ ہی قانون اور سائنس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے میرے والد شاہ جہان کو یقین دلایا کہ مجھے فلسفہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ بچوں آپ نے حماقت انگیز نکات کو سمجھانے میں صرف کئے۔ اور میرے دماغ کو کسی لائق نہ سمجھوڑا۔ اس تعلیم کا مقصد صرف دماغ کی تمام قوتوں اور فکر انگیزی کو زنگ آد کرنا ہے۔ گرد و زوح کی اقوام کی زبان سے واقفیت ایک نکلن کے لئے محبت سوزی ہے۔ لیکن آپ نے مجھے صرف عربی کی تعلیم دی۔ ایک ایسی زبان سکھائی ہے جسے دس بارہ سال سخت محنت کے بغیر کوئی شخص اچھی طرح سیکھ نہیں سکتا۔ آپ امید رکھتے ہیں کہ میں آپ کا احسان مندوں گا۔ آپ نے میرا اتنا قیمتی وقت برباد کر دیا۔ آپ یہ بھول گئے کہ ایک ہزارہ کی تعلیم میں کیا کیا باتیں سناں ہونی چاہئیں۔ اور یہ فرض کر لیا کہ اسے عربی قواعد اور فقہ پر حاوی ہونا چاہیے۔ میری جوانی کے قیمتی سال آپ نے محض الفاظ یاد کرنے میں منسلک کر دیے۔^(۹)

اگر برنیر کی بات میں صداقت ہے تو یہ بات محسوس کی جاسکتی ہے کہ اورنگ زیب آج کی دنیا کا عملی انسان تھا۔ فلسفہ کی تعلیم کے خلاف اس کی شکایت بجائے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے مادری زبان کی تعلیم اور ذریعہ تعلیم پر جو زور دیا ہے اس کا احساس آج کے سالانہ کے دماغ کو زیادہ متاثر کر سکتا ہے۔ ایک بات البتہ تشریح طلب ہے اور وہ یہ کہ اورنگ زیب جب اس روایتی تعلیم کے خلاف تھا تو اس نے اس میں بنیادی تبدیلی کیوں نہیں کی؛ جبکہ برعکس یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے زمانہ میں مدارس میں غیر معمولی اضافہ ہوا اور ریاست کے کونہ کونہ میں روایتی تعلیم کا چرچا عام ہوا۔ اس نظام میں بنیادی تبدیلی کی ذمہ داری مآل نظام الدین ہے۔ وہ مآل قلوب الدین شہید کے بیٹے تھے اور انہی کی توجہ و دلچسپی کی وجہ سے اس نظام کو درس نظامیہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔ درس نظامیہ اور نظام الملک طوسی نے جو طریقہ جاری کیا تھا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ ان میں فرق کیا جانا چاہیے۔ درس نظامیہ کو سمجھنے کے لئے اس کے بنیادی عناصر کو سمجھنا ضروری ہے۔

۱۔ درس نظامیہ میں ہر مضمون کی دو بنیادی کتابیں شامل تھیں۔ ان کتابوں پر عبور حاصل کرنے کے بعد اس مضمون

کی ہر کتاب کو سمجھا جا سکتا تھا۔

۲۔ پرانے نصاب میں ایک طالب علم تقریباً بیس سال کی عمر میں اپنا کورس مکمل کرتا تھا لیکن اس نئے نصاب میں کتابوں کے مشکل ہونے کے باوجود طالب علم سولہ یا سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو جاتا تھا۔

۳۔ فلسفہ اور اخلاقیات کی کتابوں کی تعداد دوسری کتابوں کی نسبت بہت زیادہ ہوتی تھی۔ حدیث کی صرف ایک کتاب مشکوٰۃ تھی۔ فقہ پر کتابیں کم تھیں لیکن طلبہ کا رجحان آج کے علماء سے مختلف تھا۔ ان میں وسیع النظری ہوتی تھی جو آج کل کم دکھائی دیتی ہے۔

۴۔ درس نظامیہ میں ادب کی کوئی اہمیت نہیں تھی اس لئے ادب کی کتابوں کی تعداد سب سے کم تھی^(۱۰)۔ یہ ملا نظام الدین تھے جنہوں نے مسلمانوں کے طریقہ تعلیم میں بنیادی تبدیلی کی۔ اس کا اثر آج تک مسلمانوں کی تعلیم پر ہے۔ ان کی اہمیت اور شہرت ایک نئے نظام ہی کی وجہ سے ہے۔ ہندوستان کے کونہ کونہ میں اس نظام تعلیم کے فضلار موجود ہیں۔ جن کی وجہ سے آج بھی سلامی علوم کی فیمع روشن ہے^(۱۱)۔

عہد عالمگیری کے بعد شاہ ولی اللہ نے اس میں اہم ترمیمات کیں۔ بہت حد تک کتابوں کی ترتیب کو بھی بدل دیا۔ جس کا ذکر ان کے رسالہ انجمن اللطیف میں موجود ہے۔ لیکن فرنگی محل کی تہی پاشی کے ساتھ ولی اللہی نصاب کا مزہ چھینکا گیا اور اپنایا نہیں گیا اگرچہ بعد میں دارالعلوم دہلوی نے اس کو اپنی بنیاد بنایا۔

ولی اللہی نصاب۔ نحو میں کافیہ۔ شرح حامی۔ منطق میں شرح شمسیہ۔ شرح مطالع۔ فلسفہ میں شرح ہدایۃ الحکمتہ۔ کلام میں شرح عقاید نسفی مع حاشیہ خیالی شرح مواظف نسفی فقہ میں شرح وقایہ، ہدایہ (کامل)، اصول فقہ میں حسامی اور کسی قدر توضیح تلویح۔ بلاغت میں مختصر و مطول۔ بیات و حساب میں بعض رسائل مختصرہ۔ طب میں موجز القانون۔ حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح کامل، ترمذی کامل، کسی قدر صحیح بخاری تفسیر میں مدارک، بیضاوی۔ تصوف و سلوک میں حواری و رسائل نقشبندیہ، شرح رباعیات حامی مقدمہ شرح لمعات۔ مقدمہ نقد النصوص^(۱۲)۔

حوالہ جات

1. Law, Narendra Nathe, Promotion of Learning in India During Muhammadan Rule, London, 1916 p. 19.
2. Ibid, P. 76
- ۳۔ مناظر احسن گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، حصہ اول، دہلی، ۱۹۶۶ء، صفحہ ۲۵۱۔ اور جاریہ مدارس اسلامیہ مغربی پاکستان جامعہ حقیقیہ ٹرسٹ، لاہل پور، ۱۹۶۰ء، صفحہ ۷۵۔
4. Humayun Kabir, Continuity of Tradition in Indian Educational Thought, Indo-Arian culture, January 1959, P. 230.
5. Beni Prasad, A. Few Aspects of Education and Literature under the great Mughals, Indian Historical Records Commission Proceedings of Fifth Meeting held at Calcutta, January 1923, P. 42.
6. Abul-Fazl Ain-i-Akbari, tr. by Blochmann, Calcutta, 1927, vol. I PP. 288-89
- ۷۔ مناظر احسن گیلانی، صفحہ ۲۵۷۔
8. Law, Narendra Nath, P. 188
9. Bernion, F. Travels in the Moghul Empire, tr. by Archibald Constable,
- ۱۰۔ شبلی نعمانی، مقالات شبلی، اعظم گڑھ، ۱۹۳۲ء، جلد سوم، صفحات ۲۵-۲۲۔
- ۱۱۔ مغل نظام الدین لکھنؤ سے اٹھائیس میل کے فاصلہ پر قصبہ سہالی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ملا قطب الدین اپنے دور کے علماء میں ممتاز تھے جن کے پاس دور دور سے لوگ درس کے لئے آتے تھے۔ مغل نظام الدین انجی^(۱۳۲۱) تیرہ برس ہی کے تھے کہ عثمانیوں نے ان کے والد کو شہید کر دیا۔ یہ خاندان کے لئے ایک بڑا سانحہ تھا۔ لیکن چونکہ بڑے صاحبزادے اور تنگ نرب کے دربار میں رہتے وہ بادشاہ سے شاہی فرمان حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس فرمان کی رو سے لکھنؤ میں فرخ علی اس خاندان کو مہلکیا

گیا۔ ملا کے خاندان کے سب افراد یہاں آکر آباد ہو گئے اور یہ جگہ ان کا مستقل ٹھکانا بن گئی۔

ملا نظام الدین نے ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد سے حاصل کی۔ والد کے انتقال کے بعد تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے دیلا اور بنارس جانا پڑا۔ حافظہ امان الدین تاسی جیسے معلم کی شاگردی کا انہیں موقع ملا۔ اور انہی کے فیض تربیت نے آپ کو تعلیم کی نئی راہ سے آشنا کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد والد کی گدی پر بیٹھے اور اپنے شہور مدرسے کی بنیاد رکھی۔ جلد ہی ان کی شہرت پورے ہندوستان میں عام ہو گئی۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں لیکن ان کی اصل شہرت اس نظام تعلیم کی وجہ سے ہے جو اس وقت سے لے کر آج تک کسی نہ کسی شکل میں رائج چلا آتا ہے۔

۱۲۔ مولانا عبدالحی، ہندوستان کا نصاب درس اور اس کے تفسیرات، صفحہ ۱۲، اور جائزہ مدارس عربیہ اسلامیہ مغربی پاکستان، صفحہ ۷۶۔